# اطمنانِ قلب

آج میری کونوینٹ اسکول میں سارہ کا آخری دن تھا۔ اسنے اولیول کے امتحان کا آخری پیپر دیا تھا۔ ہال سے باہر نکلی۔ سب لڑکیاں امتحان میں آنے والے سوالوں پر تبصرہ کر رہیں تھیں۔ ایک دوسرے سے فون نمبر ایڈریس لئے اور دیئے جا رہے تھے۔ سارا بھی ہوسٹل کے کمرے میں گئی۔ مختصر سا سامان تھا۔ دو اٹیچی کیس میں بند کیا۔ اور لنچ کے لئے ڈائینگ ہال میں گئی۔ کھانا کھایا۔ کھانا محض اسلئے کھایا۔ کہ بھوک لگ رہی تھی۔ لیکن کچھ مزہ نہیں آیا۔ جہاں تو امتحان ختم ہونے اور اپنے گھر جانے کی خوشی تھی۔ انتظار تھا۔ لیکن عجیب ہی کیفیت ہو رہی تھی۔ وہ اپنے اسکول کے ہر ہر کونے میں گئی جہاں وہ سہیلیوں کے ساتھ فارغ وقت میں بیٹھ کر گپ لگایا کرتی تھی۔ وہاں گئی کچھ منٹ الوداعی گزارے اور پھر لان میں جا کر ٹہلنے لگی۔ وہاں بھی دل نہیں لگا تو پھر کامن روم میں جا کر بیٹھ گئی۔ کچھ ایسا احساس تھا جو وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔ اسلئے مضطرب تھی۔ کچھ دیر بعد پھر اٹھی۔ بڑے برآمدے میں آ کر کھڑی ہوگئی۔ دور سے مما کی کار گیٹ کے اندر داخل ہوتی ہوئی نظر آئی۔ وہ بچوں کی طرح دوڑی اور ماں کے گلے سے لپٹ گئی۔

'مما۔ پھر لیٹ آئیں۔ میں کب سے انتظار کر رہی ہوں۔'

'سوری بیٹے۔' مما نے ماتھے پر پیار کرتے ہوئے کہا۔ ہاں میں کچھ لیٹ ہوگئی ہوں۔ تم ڈرائیور سے گاڑی

میں سامان رکھواؤ میں آفس سے تمہارا فائنل پیمنٹ کر کے اور پرنسپل کو خدا حافظ کہہ کر آتی ہوں۔ کیونکہ آج یہ آخری دن ہے تمہارا اِس اسکول میں۔'

'ہاں مما یہ سوچ کر میں بھی بہت اداس ہوں۔'

'ارے بیٹا تم اداس کیوں ہو۔ اس اسکول نے ہی تو تم کو اتنا کچھ دیا ہے۔ یہاں سے تم علم کی دولت سے مالا مال ہوئی ہو اور اب تم کالج جاؤ گی، پھر یونیورسٹی۔ مستقبل میں ایک پروقار خاتون بن جاؤ گی پھر یہ اداسی کیسی۔۔۔؟' انہوں نے اُسکے سر کو پیار سے چھوا۔ اور پرنسپل کے کمرے میں چلی گئیں۔ سارا نے ڈرائیور کے ساتھ لگ کر سامان رکھوایا اور گاڑی میں بیٹھ کر مما کا انتظار کرنے لگی۔ شام ہونے والی تھی۔ گاڑی مری سے تھوڑا ہی آگے نکلی تھی۔ راستے میں ایک قبرستان آتا تھا۔ سارا نے خاموشی کو توڑا۔

'مما۔ میں جب بھی یہاں سے گزرتی ہوں میرا دل ایک دم ہی اُداس ہو جاتا ہے۔ نہ جانے یہاں کون کون سویا ہوا ہے، معلوم نہیں ان میں سے کتنے لوگ ایسے ہونگے جنکی کچھ خواہشیں ہونگیں جنہیں لے کر وہ ابدی نیند سو گئے ہیں۔ میں یہاں سے جب بھی گزرتی ہو تو ایک انجانے دکھ کی لہر مجھے چھوتے ہوئے گزر جاتی ہے اور میں بہت اداس ہو جاتی ہوں۔'

'مما۔ کیا آپ بتا سکتیں ہیں۔ کہ ایسا میرے ساتھ کیوں ہوتا ہے۔ کیا اور سب بھی یہاں سے گزرنے والے ایسا ہی سوچتے اور محسوس کرتے ہیں۔۔۔؟'

ڈاکٹر رحیمہ خان گہری سوچ میں کھو گئیں۔ سارا نے پھر سوال دوُھرایا۔

'اچھا بیٹے میں سوچ کر بتاؤنگی۔ ابھی ایسا کرتے ہیں۔ کیوں نہ ہم آج کی شام مری میں گزاریں۔ بہت دن ہو گئے ہیں ہم دونوں کو اکھٹے سیر کئے ہوئے۔'

'ڈرائیور۔ چلو آگے سے گاڑی واپس موڑ لو آج کی رات ہم ہوٹل سیسل میں ٹھہرینگے اور خوب اچھی سی شام گزاریں گے۔'

'ڈاکٹر صاحبہ۔ آج کی شام مریض آپکا بہت انتظار کرینگے۔'

ڈرائیور نے یاد دلایا۔

'ہاں یہ سب ٹھیک ہے لیکن آج ہماری بیٹی کے اسکول کا آخری دن ہے ہم اسے اکھٹے منائیں گے۔'

'اوہ مما۔ تھینک یو۔ یو آر ٹو گڈ۔ میری بھی یہی خواہش تھی کے آپ کے ساتھ اونچائی سے اسلام آباد کی روشنیاں دیکھوں۔ میں اڑتے اور بھاگتے بادلوں کو پکڑنے کی کوشش کرو اور ان بادلوں کی ٹھنڈک کو اپنے اندر اترتا ہوا محسوس کروں۔ جب رات کو پہاڑوں پر بارش ہو تو ٹپ ٹپ کی آواز کو دیر تک سنتی رہوں۔ اور پھر جب نیند آئے تو آپ کے سینے میں منہ چھپا کر سو جاؤں۔ مما آپ کتنی اچھی ہیں میرے کہے بغیر میری خواہش کو جان لیتی ہیں۔ میں آج رات آپ کے ساتھ آپ کے بستر میں سونگی۔'

'کیوں یہ جو پچھلے دس سال اسی ماحول میں بادلوں کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلی ہے۔ کتنی بارشیں دیکھی ہونگی۔۔۔۔؟'

پر مما آپ تو نہیں ہوتیں تھی ساتھ۔ آپکے ساتھ وقت بیتانے میں کتنا مزہ آتا ہے۔ آپ کیسے جان سکتی ہیں۔ آپ تو مما ہیں نا۔ آپ اس مزے کو نہیں سمجھ سکتیں۔'

ڈاکٹر رحیمہ مسکرائیں۔ 'او کے بیٹا اسی لئے تو رک گئی ہوں۔ اور گاڑی ہوسٹل سیسل کے سامنے جا کر کھڑی ہوگئی۔ ڈاکٹر رحیمہ کاؤنٹر پر گئیں۔ اور ہوٹل کے سب سے خوبصورت کمرے کی چابی لیکر واپس آئیں۔ ڈرائیور کو چابی دیکر کہا۔ سامان جا کر کمرے میں رکھو۔ اور وہ سارہ کو لے کر لان میں جا کر بیٹھ گئیں۔ بیرے نے چائے لا کر ٹیبل پر رکھی۔ دونوں ماں بیٹی نے خاموشی سے چائے پی بادلوں کے ٹکڑے روئی کے گالوں کی طرح آ کر رقص کرنے لگے۔ سارا بچوں جیسی خوشی کے ساتھ اٹھی اور بھاگ بھاگ کر بادلوں کو پکڑنے لگی۔ بھاگتی ہوئی۔ خوشی سے سرشار سارہ ایک خوبصورت پروں والی تتلی لگ رہی تھی۔

ڈاکٹر رحیمہ سوچنے لگیں۔ اسکی راستے والی خواہش پر وہ یہ سوچ کر آئیں تھیں۔ کہ اب وہ بڑی ہوگئی ہے۔ اور زندگی کی تلخ حقیقت کا راز اس پر کھول دینا چاہئے۔ تاکہ پھر کوئی تکلیف دے احساس نہ ستائے۔ جس طرح راستے میں وہ محسوس کر رہی تھی۔

پھر سوچتیں۔ یہ خوبصورت رنگ جو اسکی زندگی میں ہیں پھیکے نہ پڑ جائیں۔ میری بچی کے دل میں اداسیاں کہیں ہمیشہ کے لئے گھر نہ کر لیں۔

'نہیں نہیں۔ میں اُسے کچھ نہیں بتاؤنگی۔ اس طرح مجھ سے بھی وہ دور ہو جائے گی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اسکی شخصیت ہی نہ متاثر ہو جائے۔' لیکن دوسرے ہی لمحے خیال آیا۔ اور اگر اسے کسی موڑ پر یہ معلوم ہوا۔ تو پھر دور ہونے کا زیادہ امکان ہے۔ ابھی تو اسکے خیالات میں ایک بھونچال آئے گا۔ اور کچھ دیر بعد پرسکون ہو جائے گی۔ ہاں آج رات میں ضرور اسے سب کچھ بتا دونگی۔ اور اپنے سینے میں اسے چھپا لونگی۔ کچھ وقت کے لئے وہ مضطرب ہو گی۔ اور پھر میری پناہ میں اور مضبوط ہو جائے گی۔ وہ سوچوں میں گم ادھر سے ادھر ٹہلتی رہیں۔

سارا زور سے چیخی۔ 'مما۔ آئیں نا دیکھیں۔ میں بادلوں کو پکڑ رہی ہوں۔ آپ بھی میرے ساتھ انہیں پکڑیں نا۔ بہت مزہ آ رہا ہے۔'

دوسرے ہی لمحے ڈاکٹر رحیمہ بادلوں کی اوٹ میں آ گئیں۔ بہت دیر تک ماں بیٹی بادلوں سے آنکھ مچولی کھیلتی رہیں۔ ہنستی رہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے وہ یہ بھول گئیں کہ وہ ایک میچور خاتون ہیں۔ بچپن کو یوں اگر کچھ لمحوں کے لئے پکڑ لیا جائے تو حقیقت کا گمان ہوتا ہے۔

اب شام کے سائے بڑھ رہے تھے۔ پہاڑی علاقوں میں یوں بھی شام جلد ہی ہو جاتی ہے۔ اسوقت مال روڈ پر جانا انہیں ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ بادل گہرے ہو رہے تھے پہاڑوں پر بارش ہونے والی تھی۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی۔

دونوں ڈائینگ ہال میں چلی گئیں۔ ہلکی ہلکی موسیقی ماحول کو خوبصورت بنا رہی تھی۔ تال پر علاقائی دھنیں۔ رقص کر رہی تھیں۔ ہال کی گرمائی۔ دھیمی دھیمی روشنی۔ اور خوش ذائقہ کھانوں کی خوشبو۔ لوگ کرسیوں پر بیٹھے ہر فکر سے آزاد نظر آ رہے تھے۔ ڈاکٹر رحیمہ نے اپنا کوٹ اتار کر آہستہ سے کرسی کی پشت پر رکھا اور بیٹھ گئیں۔

'مما۔ آپ ضرور کسی خیال میں ہیں۔ پلیز مجھ سے باتیں کریں۔' سارا شرارت سے مسکرائی۔

'یہ تو میں جانتی ہوں کہ آپ اب اتنی خوبصورت ہیں تو پہلے کتنی حسین رہیں ہونگی۔ اور یقیناً آپ پہلے بھی

یہاں اپنے دوستوں کے ساتھ ضرور آتی ہونگی، کوئی ایسی ایک یاد جسے بھُلا نا مشکل ہو۔ ہوسکتا ہے اس وقت وہ کچھ یاد آ رہا ہو۔'

ڈاکٹر رحیمہ کی خاموشی دیکھ کر سارا نے سوپ کا چمچہ ہلکا سا بجایا۔ پھر شرارت سے مسکرائی۔ 'مما۔ مجھے بتائیں نا۔ میں آپکی بیٹی ہونے کے ساتھ آپکی دوست ہوں نا۔ اگر وہ یاد خوشی کی ہے تو میں بہت انجوئے کرونگی اور اگر وہ بات سنجیدہ ہے تو میں ضرور آپ کو یہ بات کہوں گی کہ مما آپ کہاں غلط تھیں اور کہاں ٹھیک تھیں۔ اس طرح سے یہ ہوگا کے آپ کو اپنی سوچ میں ایک ساتھی مل جائے گا۔ اور میں بھی آپکے اس تجربے سے کچھ سیکھ لوں گی۔'

'اور بیٹے یہ بھی تو ہوسکتا ہے کے تم مجھ سے خفا ہو کر دو ہو جاؤ۔ اور میں آج سے بھی زیادہ تنہا ہو جاؤں۔'

'مما۔ پلیز یہ آپ نے کیا کہا۔' سارا نے بے اختیار ہو کر ماں کا ہاتھ پکڑ لیا۔ 'مما میں تو آپ کی ذات کا ایک حصہ ہوں ایسے ہی۔ جیسے کسی بڑے درخت کی چھاؤں میں اسکا ہی ایک چھوٹا سا پودا۔'

'مما۔ آپ تو میری آئیڈیل ہیں۔ آپ اس حد تک مکمل ہیں کے میں بڑی ہو کر آپ کے جیسا بن نا چاہوں گی۔ میں نے آپکی انگلی پکڑ کر چلنا سیکھا ہے۔'

'اچھا۔' ڈاکٹر رحیمہ نے سارا کی طرف اعتماد سے دیکھا۔ اور کہا۔ 'فرض کرو اگر میں تمہاری ممانہ ہوتی۔ اور تم مجھ سے ملتیں تو کیا پھر بھی ایسا ہی سوچتیں۔' سارا نے ایک منٹ تک سوچا اور بہت یقین کے ساتھ مسکرا کر بولی۔

'پہلے تو مما آپ میری مما ہیں۔ اسلئے کچھ سوچا ہی نہیں جا سکتا۔ لیکن پھر بھی اگر فرض ہی کرنا ہے تو مما اگر ایسا ہوتا اور آپ مجھے اپنی مما سے زیادہ اچھی نظر آتیں تو بھی میں آپکو اپنا آئیڈیل ضرور بنا لیتی۔ اور آپ کے نقشِ قدم پر چلتی آپ کی شخصیت کے ہر رنگ کو اپنی ذات میں سمو لیتی۔'

'اور جو تمہاری مما کہتیں کے ماں تو میں ہوں۔'

'تو میں سچائی سے کہتیں۔ میں آپ کی بیٹی ہوں اس پر میرا اختیار نہیں تھا۔ ماں اور آئیڈیل میں فرق ہوتا ہے اللہ میاں تو ساری دنیا بناتے ہیں وہ خالق ہیں اس پر کسی کا اختیار نہیں۔ لیکن پسند ناپسند ہر ایک کی جدا جدا ہوتی ہے۔'

'پر مما۔ اسوقت ہم اس بحث میں کیوں پڑ گئے۔ آپ میری ماں ہیں اور میں آپکی اکلوتی بیٹی دوست۔ جسے

اب آپکی خدمت کا موقع ملنے والا ہے ابھی تک تو میں تمام وقت ہوسٹل میں رہیں صرف چھٹیوں میں ہی آپ کے آیا کرتی تھی۔تو آپ اپنی مصروفیت کے باوجود زیادہ ٹائم مجھے ہی دینے کی کوشش کرتیں تھیں۔'

'مما جب آپ دوسال کے لئے یو۔کے اپنی مذید پڑھائی کے لئے گئی تھیں تو وہ وقت بڑی مشکل سے گزرا تھا میں ہر روز یاد کر کے روتی رہتی تھی اور اب میں نے طے کرلیا ہے کہ اب کبھی ہوسٹل میں نہیں رہونگی۔'

'اچھا بیٹے آج رات میں تم کو ایک سچی اور آپ بیتی کہانی سناؤنگی۔'بہت پیار سے دیکھتے ہوئے ڈاکٹر رحیمہ نے کہا۔

'کیا مما آپ کہانیاں بھی لکھا کرتیں تھیں۔۔۔؟'

'ہاں بیٹا ایک کہانی ہے ایسے جو میں نے لکھی تو نہیں۔لیکن وہ میری بن گئی۔تو پھر یوں کرتے ہیں کہ پہلے کھانا کھائیں گے۔پھر کمرے میں جا کر ہیٹر کے سامنے کافی پیئے نگے اور بہت دیر تک باتیں کرینگے۔ابھی کھانا کھاتے ہیں۔

دونوں ماں بیٹی آہستہ آہستہ کھانا کھاتی رہیں۔میوزک کو انجوائے کرتی رہیں رات دس بجے کے قریب وہ اٹھیں اور کمرے میں چلیں گئیں۔کمرے میں کافی ٹیبل پر منتظر تھی۔سارا پوری تیاری کے ساتھ قالین پر کشن گود میں لئے بیٹھی تھی۔ڈاکٹر رحیمہ لیٹنے کے انداز میں کرسی پر بیٹھ گئیں۔سارا نے کافی کا مگ ماں کے سامنے رکھ دیا۔اور اشتیاق بھرے لہجے میں بولی۔

'پھر مما۔کہانی شروع۔'

ڈاکٹر رحیمہ۔ایک نامعلوم خوف سے ہلکی سی لرزیں۔پھر شال کو کندھوں پر درست کرتے ہوئے اعتماد کے ساتھ بولتی رہیں۔

'تو سنو ڈارلنگ۔ایک ایسی ہی حسین شام جیسے آج تھی میں اپنی بہن اور بہنوی کے گھر اپنا ایم بی بی ایس۔مکمل کر کے آئی تھی۔میرے بہنوی یہاں ایک بینک مینجر تھے۔میری انہی دنوں ہاؤس جاب مکمل ہوئی تھی۔گھر والوں کا خیال تھا کہ میں اتنی لمبی اور تھکا دینے والی تعلیم کے بعد مری جا کر آرام کروں اور اسکے بعد مزید تعلیم کا سوچوں۔میری منگنی ہوچکی تھی اور وہ صاحب لندن میں رہتے تھے۔گھر میں تکرار تھی پہلے شادی ہوجائے پھر باقی پڑھائی۔اور میرا اصرار تھا

کہ فوراً نہ تو مزید پڑھائی ہونی چاہیئے۔اور نہ شادی۔میں کچھ وقت کے لئے آپا کے پاس آ گئی میرا خیال تھا کہ میں کچھ وقت آرام کرنے کے بعد مزید تعلیم حاصل کرونگی۔اور اسکے لئے چاہے مجھے جو بھی قیمت دینی پڑے میری زندگی پر صرف میرا ہی نہیں اوروں کا بھی بہت سارے لوگوں کا حق ہے۔اور اس ایک بات پر میں گھر والوں سے خفا ہو کر مری آ گئی۔ یہاں آ کر میں گھر میں بیٹھی بور ہو رہیں تھی گھر سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک پرائیوٹ ہسپتال تھا۔جو ایک خاتون چلا رہیں تھیں، میں انکے ساتھ کام کرنے لگی۔آس پاس کے گاؤں سے عورتیں اکثر تکلیف میں آتیں ہم انکا علاج کرتے اور ہر سہولت دیتے۔دن بہت اطمنان سے گزر رہے تھے، جب کوئی عورت صحت یاب ہو کر جاتی تو میں خدا کا شکر ادا کرتی۔ کہ میں کسی کے کام آ رہی ہوں۔

ایک دن شام ہو رہی تھی۔ایک بہت ہی خوبصورت کم عمر لڑکی انتہائی ہی تکلیف میں میرے کمرے میں داخل ہوئی۔میں نے اسے دیکھا وہ کسی بھی لمحے بچے کو جنم دینے والی ہے۔میں نے پرچی پر کچھ دوائیں اور سامان لکھ کر آیا کو دیا اور کہا اس کے ساتھ جو بھی کوئی ہے اسکو دو۔اور کہو فوراً یہ چیزیں اسٹور سے لے آئے۔ایا فوراً ہی واپس آئی اور اسنے کہا۔

'بی بی ایک آدمی جو اسکے ساتھ آیا ہے۔وہ گھٹنوں میں سر دیئے رو رہا ہے جواب نہیں دیتا'

میں صورت حال سے پریشان ہو کر باہر نکلی اور زرا سخت لہجے میں بولی۔'تم کیسے آدمی ہو۔وہ لڑکی سخت تکلیف میں ہے درد سے تڑپ رہی ہے اور تم یہاں بیٹھے صرف رو رہے ہو۔جاؤ اور جا کر دوائیں لے کر آؤ۔اس وقت میرے پاس یہ دائیں نہیں ہیں جلدی کرو کہیں اسٹور بند نہ ہو جائے'

ڈاکٹر رحیمہ بولتے بولتے کچھ دیر کے لئے رک گئیں۔

اُس شخص نے منہ اوپر کیا۔میں اسکا چہرہ آج بھی نہیں بھول سکتی۔کتنا کرب تھا اسکے چہرے پر معصوم سا چہرہ سوجھی ہوئی آنکھیں۔

'ڈاکٹر صاحبہ مجھے معاف کر دیجئے۔میرے پاس کوئی پیسہ نہیں ہے میں بہت ہی بیکار اور بہت مجبور آدمی ہوں۔یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم دونوں دو مختلف قبیلوں سے ہیں ایک دوسرے کے دشمن۔ہم نے پیار کیا چھپ کر شادی

کی اور یہ بھول گئے کہ پیار سے نہ تو پیٹ بھرتا ہے اور نہ ہی پناہ ملتی ہے ہم چھپ کر رہتے رہے جو پیسے پاس تھے وہ ختم ہو گئے اور اب یہ صرف گھوڑا ہی ہے جس پر ہم نے ایک لمبا سفر طے کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحبہ مہربانی کر کہ آپ اسے اپنے پاس رکھ لیجئے۔ پناہ دے دیجئے آپ ڈاکٹر ہیں اسکی جان بچا سکتی ہیں۔

میں نے اس سے کہا۔ وہ کسی بھی لمحے ماں بنے والی ہے اسے دوا۔ غذا اور پناہ سب ہی کچھ چاہئے وہ اس قدر کمزور ہے کے بروقت یہ سب کچھ میسر نہیں آیا تو وہ مر بھی سکتی ہے۔ رات قریب آ رہی ہے اور میرے پاس کلینک میں یہ سب کچھ نہیں ہے۔ پھر میں نے اپنے پرس سے اسکو کچھ پیسے دے اور کہا۔ جلدی جاؤ اور لے کر آؤ یہ دوائیں مجھے فوراً چاہئیں۔

وہ اٹھ کر چپ چاپ چلا گیا۔

بارش شروع ہو چکی تھی۔ میری مریضہ میرے سامنے ٹیبل پر لیٹی ہوئی تھی۔ سانس بھی مشکل سے لے رہی تھی۔ وقت بڑھتا جا رہا تھا۔ جو کچھ میں کر سکتی تھی وہ میں کر رہیں تھی۔

خدا کا حکم ہوا اور ایک چیخ کے ساتھ ایک بچی نے اپنے ہونے کا احساس دلایا۔ آیا نے بڑھ کر بچی کو کپڑے میں لپیٹا۔ میں نے مریضہ کی نبض پر ہاتھ رکھا وہ کمزور ہو رہی تھی پھر اسنے ایک لمبا سانس لیا اور آنکھیں کھول کر حسرت سے دیکھا۔ پھر دھیرے دھیرے اسکی آنکھیں بند ہوتی گئیں۔ میں کبھی روتی ہوئی بچی کو دیکھتی تھی۔ تو کبھی اس معصوم چہرے کو جو بغیر کچھ کہے بغیر کچھ خواہش کئے ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا تھا۔ اس نے بچی کو دیکھنے کی خواہش بھی نہیں کی کیونکہ اسمیں اتنی طاقت ہی نہیں تھی کے کچھ بول سکے۔ اسکی حسرت بھری نگاہیں آج بھی میرے سامنے آ جاتی ہیں۔ کچھ ہی دیر بعد گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی وہ شخص بری طرح بھیگا ہوا میرے سامنے کھڑا تھا۔

'بی بی جی۔' اسکی آواز لڑکھڑائی۔ دواؤں کی دکان بند ہو گئی تھی۔ یا پھر اسکی چھٹی حس نے اس سے یہ کہہ دیا تھا کہ اب دواؤں کی ضرورت نہیں رہی۔ بہت دیر کھڑی اسے دیکھتی رہی اور سوچتی رہی کے اسے کیسے بتاؤں۔ میرے اپنے حواس بھی گم تھے بہت مشکل سے میں نے کہا۔

'کیا نام ہے تمہاری بیوی کا۔'

'جی۔ مہرینہ۔'

'تو مہرینہ اب نہیں رہی میں اُسے موت سے نہیں بچا سکی۔'

'تم نے بہت ظلم کیا اس معصوم کے ساتھ یہاں لانا تھا تو کچھ وقت پہلے ہی لے آتے۔اب بتاؤ۔کیا کرنا ہے اور کیا چاہتے ہو۔بہت تکلیف اٹھانے کے بعد وہ ایک بچی چھوڑ کر گئی ہے تمہارے لئے۔'

اسکا تو جیسے سانس ہی رک گیا تھا۔وہ پتھرائی آنکھوں سے مجھے دیکھتا رہا اور زمین پر ڈھیر ہو کر گر گیا۔

تھوڑی دیر تک یوں ہی بے حس و حرکت بیٹھا رہا پھر اٹھا اور بولا۔

ڈاکٹر صاحبہ۔خدا کے لئے آپ اس بچی کو اپنے پاس رکھ لیں۔میرے پاس رہنے کے لئے بھی ٹھکانا نہیں ہے مہرینہ کے بھائی میرے خون کے پیاسے معلوم نہیں کب مجھے اور اسے موت کی نیند سلا دیں۔'

میں ابھی جواب بھی نہیں دے پائی تھی کے وہ شخص اٹھا اور بغیر کچھ کہے گھوڑے پر بیٹھا اور تیزی سے نکل گیا۔

میں سے روک بھی نہیں سکی۔بارش کی وجہ سے فون کی لائن بھی منقطع ہو گئی تھی۔بارش تمام رات بہت زور سے برستی رہی۔ لگتا تھا جیسے آسمان بھی رو رہا ہے۔اگلی صبح گاؤں کے بہت سارے لوگ جمع ہوئے اور مہرینہ کو دفن کر دیا گیا۔لیکن ان میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو اسے پہچان سکے۔سوائے ایک رات کی ننھی سی بچی کے جو گہری نیند سوئی ہوئی تھی اور اسے کچھ نہیں معلوم تھا کے اسکے ساتھ قدرت نے کیا کھیل کھیلا ہے۔خدا کے حکم پر ماں کی نرم اور گرم آغوش سے محروم ہوئی۔اور باپ نے اسے دیکھے بغیر ہی منہ موڑ لیا۔

ڈاکٹر رحیمہ ایک دم سے ہی خاموش ہو گئیں۔

سارا سانس روکے کہانی سن رہی تھی۔اسنے جو یوں مما کو خاموش دیکھا تو بے اختیار ہو کر اٹھی اور گلے سے لگ گئی۔'پھر مما کیا کیا آپ نے۔۔۔؟'

'اس بے سہارا بچی کو گلے سے لگایا یا پھر دنیا کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔'

ڈاکٹر رحیمہ نے کہا۔'بیٹے تم بتاؤ میں نے کیا کیا ہوگا۔۔۔؟'

سارا نے ماں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

'یس مما۔مجھے یقین ہے آپ نے ضرور اسے گلے لگایا کر پیار کیا ہوگا۔'اب ڈاکٹر رحیمہ کچھ دیر خاموش بیٹھی

رہیں۔ پھر اسکے ماتھے پر پیار کر کہ بولیں۔تم نے ٹھیک کہا۔'میں نے ایسا ہی کیا۔اور آج وہی بچی میری باہوں میں باہیں ڈالے میرے سامنے بیٹھی ہے۔وہی بچی جو قبرستان کے پاس سے گزرتے ہوئے دکھ محسوس کرتی ہے صرف اسی لئے کہ وہاں مہرینہ سو رہی ہے۔جس نے تمہیں دیکھا تک نہیں۔صرف تمہاری آواز سنی اور نہ جانے کتنی خواہشات لیئے ہمیشہ کے لئے سوگئی۔نہ جانے اس نے کیا کیا سوچا ہوگا۔آج تم ایک سمجھ دار اور بڑی لڑکی بن چکی ہو۔

کئی بار میں نے پہلے بھی تم کو یہ سب بتانا چاہا لیکن یہ سوچ کر خاموش ہوگئی کے نہ جانے تم کیا اثر لو اور تمہارے اندر کوئی کمی رہ جائے۔'

سارا بہت صبر سے بیٹھی رہی۔کچھ دیر بعد بولی۔'پھر آگے کیا ہوا مما'

'کچھ عرصے بعد میں تم کو لے کر واپس اپنے شہر آ گئی۔اکثر لوگوں کا کچھ دوستوں کا رشتہ داروں کا خیال تھا کہ تم میری کسی غلطی کا نتیجہ ہو اور میں نے بھی کبھی کسی کو صفائی نہیں دی۔میرا منگیتر بھی آیا اسنے بھی مجھ سے کئی سوال کیئے لیکن میں نے بھی اسے کوئی جواب دینا ضروری نہیں سمجھا۔'

سارا نے سوال کیا۔'کیوں مما۔۔۔؟'

اسلئے کے میرے لئے بہت سارے سوال کھڑے ہو چکے تھے۔تمہارے لئے میں نہیں چاہتی تھی کے کوئی سوال اٹھائے۔بس تم میری بیٹی تھی اور میں تمہاری ماں۔اپنے نام کے ساتھ میں نے ڈاکٹر رحیمہ خان لگالیا۔لوگ بھی آہستہ آہستہ خاموش ہوتے چلے گئے۔

آج بھی اس گاؤں کے ہسپتال میں میرا ایڈریس موجود ہے میں جہاں جہاں گئی وہاں سے اپنا ایڈریس ضرور بھیجتی رہیں تا کہ اگر کبھی تمہارا باپ تمہاری تلاش میں آئے تو مایوس نہ ہو۔'

سارا کہانی سنتے سنتے سوگئی ڈاکٹر رحیمہ خان بھی پرسکون ہو کر اٹھی۔

ڈاکٹر رحیمہ نے بہت پیار سے سوتی ہوئی سارہ کو ہلکے سے چوم لیا۔اور بہت پیار سے کمبل لا کر اڑھا دیا۔اور خود بھی بستر پر جا کر لیٹ گئی۔آج وہ بہت ہلکی تھی۔ایک بہت بڑا بوجھ انہوں نے اپنے کندھوں سے، ذہن سے اتار دیا تھا۔

صبح اٹھ کر وہ چہل قدمی کے لئے باہر نکل گئیں۔واپس آئیں تو سارا تیار ہو کر لابی میں ان کا انتظار کر رہی

تھی۔ وہ انہیں پہلے سے بھی زیادہ مطمئن نظر آئی۔ انہوں نے دھیرے سے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور آ کر ہمیشہ کی طرح سارا کے ماتھے پر پیار کیا۔ سارا نے بھی ماں کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔

ڈاکٹر رحیمہ نے کہا۔ 'بولو بیٹا۔ آج ہی واپس جایا جائے۔ یا اور رکنے کا ارادہ ہے۔؟'

سارا نے کہا۔ 'بس مما چلتے ہیں۔ آپکے مریض بھی آپکے منتظر ہونگے۔ اب واپس چلنا ہی چاہئے۔'

رحیمہ نے ڈرائیور سے کہا۔ 'راستے میں جو قبرستان آتا ہے وہاں کچھ دیر کے لئے گاڑی روک دینا۔'

دونوں ماں بیٹی نے فاتحہ پڑھی۔ اور واپس آ کر گاڑی میں بیٹھ گئیں۔ کچھ دیر خاموشی کے بعد سارا نے کہا۔

'مما بہت شکریہ آج میری بے چینی ختم ہوگئی۔ یہ الجھن مجھے بہت پریشان کرتی تھی۔ ہر بار یہاں سے گزرتے ہوئے۔ میں سوچتی تھی۔ کون میرا اپنا یہاں سویا ہوا ہے۔ جو میری روح یوں تڑپ جاتی ہے۔ آج میں خوش ہوں۔'

رات کو جب سارا اپنے کمرے میں سونے جا رہی تھی۔ تو ماں کے کمرے میں گئی۔

'کیا بات ہے سارا کوئی پریشانی۔۔؟'

مما اگر آپ اجازت دیں تو ایک سوال کروں۔۔۔'

'کیوں نہیں میری جان۔ بولو کیا کہنا چاہتی ہو۔'

مما پھر ایک نہیں دو سوال۔۔'

'اچھا بھئی بولو اور جلدی بولو اس سے پہلے کہ یہ دو سے تین ہو جائیں۔'

مما کیا پھر آپ اپنے منگیتر سے نہیں ملیں۔ میرا مطلب ہے کہ کیا انہوں نے آپ کو چھوڑا تھا۔۔۔؟'

'نہیں اس نے مجھے نہیں چھوڑا وہ تو کئی بار آیا، میں ہی اس سے نہیں ملی۔'

'لیکن کیوں مما۔۔۔؟'

'اسلئے کہ اس نے مجھے جانتے اور سمجھتے ہوئے بھی کئی سوال کئے تھے۔ اور جب درمیان میں شک اور سوال آ جائے تو فاصلہ آ جاتا ہے۔ جو کبھی نہیں بھرتا۔ اسلئے میں نے ہی ملنے سے بھی منع کر دیا تھا۔ بیٹا کسی بھی موڑ پر یہ نہ سمجھنا

کے میں نے تمہارے لئے قربانی دی ہے۔بس یہ سب کچھ ایسا ہی ہونا تھا۔تمہارے ملنے کے بعد میں مطمئن ہوگئی تھی۔
تمہاری ذمہ داری میرے لئے بہت بڑا فرض تھا۔آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ایک زندگی دوسری زندگی کو لے کر چلتی ہے یہ خدا کی طرف سے ایک ذمہ داری عائد ہوتی ہے جو خدا نے مجھے تمہاری شکل میں دی۔آج میں بہت مطمئن ہوں نہ تو مجھے کسی سے کوئی شکایت ہے اور نہ ہی کوئی پچھتاوا میری زندگی کا جو مقصد تھا وہ پورا ہوا۔خدا کرے تم مستقبل کی ایک کامیاب ترین خاتون بنو۔اور میں فخر کروں۔'